مظلومیت کی پُکار بدرگاہِ کردگار

(فرمودہ ۵ ؍جولائی ۱۹۳۵ء)

تشہد ،تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے اپنے ایک گزشتہ خطبہ جمعہ میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ بد دعا کے متعلق میرے خیالات میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے۔ میں آج اسی کے متعلق اپنے گزشتہ اور موجودہ خیالات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم میں بعض انبیاء کے منہ سے نکلی ہوئی بد دعائیں اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے ایک دعا یہ بیان فرماتا ہے کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا[1] یعنی اے خدا زمین پر کفار میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ اور جب آدمی نہ رہے تو بستیاں بھی نہ رہیں۔ گویا سب دنیا کو کفر کے نقطۂ نگاہ سے ویران کرنے کی بد دعا کی ہے۔ اسی طرح کی اور کئی بد دعائیں ہیں۔ جو بعض ممالک یا شہروں کے متعلق قرآن کریم یا دوسری کتبِ سماویہ یا رسول کریم ﷺ کے حالات سے ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے دعا کی کہ خدایا! ان کفار کو ویسے ہی سالوں سے پکڑ جیسا تو نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم کو پکڑا تھا[2] یعنی جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر والوں پر قحط کا عذاب اُترا اُسی طرح یہاں بھی قحط پڑے اور لوگ بھوک کے عذاب میں مبتلاء ہوں۔

میں ان تمام حالات کو دیکھ کر یہ سمجھا کرتا تھا کہ اِس قِسم کی بد دعا الٰہی اِذن سے ہوا کرتی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مأمور و مُرسل یا کسی فرستادہ کو حکم دیتا ہے کہ بد دعا کرو، تب وہ بد دعا کرتے ہیں ورنہ خود اپنی ذات میں ان کے دل میں اس قِسم کی تحریک پیدا نہیں ہوتی۔ میرے اس خیال کی بنیاد یہ ہوا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجہ میں لازمی طور پر بنی نوع انسان سے انسان کو محبت ہو جاتی ہے جیسے باپ کے ساتھ محبت کرنے والے لڑکے کو اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی محبت ہوتی ہے۔ پس جس طرح ماں باپ سے محبت کرنے والا بچہ اپنے بھائیوں سے محبت کرنے پر مجبور ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا انسان بنی نوع انسان سے محبت کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور جوں جوں کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے گی اسی قدر بنی نوع انسان کی محبت بھی اس کے دل میں بڑھتی چلی جائے گی پس جس قدر کوئی اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا اُسی قدر وہ شفقت عَلَی النَّاس کا بہترین نمونہ ہوگا۔

اس بناء پر میرا خیال یہ تھا کہ انبیاء و اولیاء کسی کے لئے بد دعا نہیں کرتے سوائے اس کے کہ انہیں بد دعا کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِذن دیا جائے اسی وجہ سے میں نے موجودہ تبدیلیٔ خیال سے پہلے کبھی کسی کے لئے بد دعا نہیں کی کیونکہ میں ہمیشہ یہ خیال کرتا تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ سزا کا مستحق سمجھے گا وہ آپ اُسے سزا دے لے گا لیکن اب میرے خیالات میں اس بارے میں کسی قدر تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ وہ اصول تو بالکل پکے اور صحیح ہیں اور ان کی تبدیلی نہیں ہوسکتی یعنی نہ اس میں تبدیلی ہوسکتی ہے کہ جتنی زیادہ کوئی شخص خدا تعالیٰ سے محبت کرے گا اتنی ہی زیادہ وہ اس کے بندوں سے محبت رکھے گا اور نہ اس میں کوئی تبدیلی ہوسکتی ہے کہ کسی کو سزا اور عذاب دینا یہ معاملہ کلیۃً خدا تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے وہ آپ جج اور قاضی ہے جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے انعام دے ہم اس کے معاملات میں دخل دینے والے کون ہیں؟ لیکن گزشتہ دنوں میں اس بارے میں دعا اور غور کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ بھی سمجھایا وہ یہ ہے کہ کُلّی طور پر بد دعا کا سلسلہ بند نہیں بلکہ بد دعا ایک ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت دفعہ اللہ تعالیٰ کے مأمور خدا تعالیٰ کے الہام کے ماتحت بد دعا کرتے ہیں اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ دعا یا بد دعا کرنے والے کو دعا یا بد دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روکا جاتا ہے جیسے رسول کریم ﷺ کو ایک دفعہ روک دیا گیا۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ بد دعا کرنا انسان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے اور مجھے خدا تعالیٰ نے

اب یہی سمجھا یا ہے۔ درحقیقت یہ انسانی نفس کی کمزوری ہوتی ہے کہ وہ چھوٹے نقصان کے مقابلہ میں بڑے نقصان کو ترجیح دے دیتا ہے۔ مثلاً ایک کمزور طبیعت والا انسان لڑائی کے بہرحال مخالف ہوگا اور باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے جہاد کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے پھر بھی اس کمزور طبیعت والے کے لئے یہ بڑی مشکل چیز ہوگی۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی دو صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ وہ لڑائی سے بڑے گھبراتے اور اس حد تک یہ بات ان کی طبیعت میں داخل تھی کہ رسول کریم ﷺ بھی ان کی طبیعت کو مدنظر رکھتے ہوئے عملی جہاد میں انہیں شامل نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہ منافق تھے وہ دوسرے صحابہ کی طرح ایمان رکھتے تھے صرف طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے لڑائی میں شامل ہونے سے گھبراتے تھے۔ ان میں سے ایک حسانؓ بن ثابت بھی ہیں۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک جنگ کے لئے تشریف لے گئے تو ایک صحابیہ کہتی ہیں حسانؓ کو رسول کریم ﷺ عورتوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ لڑائی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوتا ہے آنحضرت ﷺ نے سوچا کہ عورتوں کی حفاظت ہی ان کے سپرد کر دی جائے تا انہیں خیال رہے کہ یہ بھی جہاد میں شریک ہیں۔ آپ کا یہ بھی خیال ہوگا کہ عورتیں چونکہ لشکر کے پیچھے ہوتی ہیں ان کے پاس کوئی دشمن نہیں آئے گا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت اتفاقاً کوئی دشمن فوجی صفوں سے آنکھ بچا کر عورتوں پر حملہ کرنے کے لئے آ گیا۔ اب عورتیں کہہ رہی ہیں کہ حسّان! آگے بڑھو آگے بڑھو مگر حسّان ہیں کہ عورتوں کے پیچھے چھپتے چلے جا رہے ہیں۔ آخر وہ صحابیہ کہتی ہیں کہ ہم نے خود ہی ایک ڈنڈا اُٹھایا اور زور سے اس دشمن کے سر پر مارا وہ ڈنڈے کی چوٹ کھا کر گر گیا اور اُس کا تہہ بند کُھل گیا۔ ننگا ہو جانے کی وجہ سے عورتوں نے اپنا منہ ایک طرف کر لیا اور حسّان سے کہا اس پر کپڑا ڈال دو پھر ہم خود اس کو پکڑ لیں گی مگر وہ کپڑا ڈالنے کی بھی جرأت نہ کر سکے۔ [۳] تو بعض طبائع اس قِسم کی کمزور ہوتی ہیں کہ وہ لڑائی کی طرف جا ہی نہیں سکتیں، ان میں منافقت نہیں ہوتی، بے ایمانی نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک جسمانی کمزوری ہوتی ہے۔ اب تو پچھلے ایجی ٹیشن کے دنوں سے کشمیری بہت بہادر ہو گئے ہیں اور ایجی ٹیشن کے دنوں میں انہوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک وقت جب گورنمنٹ کشمیریوں کو فوج میں بھرتی کر لیا کرتی تھی جب ایک لڑائی کے وقت میں انہیں کہا گیا کہ دشمن پر گولیاں چلائیں تو انہوں نے کہا کہ ہمارا دل کانپتا ہے ہم دشمن پر گولی نہیں چلا سکتے۔ آخر بہت سے اصرار کے بعد بھی جب وہ گولی

چلانے پر آمادہ نہ ہوئے تو بعض افسروں نے پستول ان کے سینوں کی طرف کر دیئے اور کہا کہ اگر تم دشمنوں پر فائر نہیں کرو گے تو ہم تم پر فائر کر کے تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ انہوں نے کہا بے شک ہمیں مار دیں مگر ہم مجبور ہیں کیا کریں ہم سے بندوق کا گھوڑا کھنچتا ہی نہیں۔ تو بعض طبائع سخت کمزور ہوتی ہیں مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے جہاد سب پر فرض کیا ہے اور جہاد یہ بتا دیتا ہے کہ اپنے عزیزوں اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں اور اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت کتنی ہے، جہاد ہی ہے کہ جو یہ بات روشن کر دیتا ہے کہ خدا اور اس کے رسول اور اس کے دین کو مؤمن ترجیح دیتے ہیں یا اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کو۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادہ نے جو ابھی داخلِ اسلام نہیں ہوئے تھے، بدر یا اُحد کی جنگ میں مسلمانوں کے مقابل پر لڑائی کی۔ اس کے بعد کسی اور موقع پر جبکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھر میں آئے۔ اور مختلف امور پر باتیں ہونے لگیں چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کے گھر میں تھیں اس لئے یہ ایک ہی خاندان تھا اور آپس میں باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے کہا ابا جان! فلاں جنگ میں ایک موقع پر آپ جب واپس لوٹ رہے تھے تو میں ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہؤا تھا اگر میں چاہتا تو اُس وقت حملہ کر کے آپ کو مار دیتا مگر مجھے خیال آیا کہ آپ میرے باپ ہیں اس لئے میں نے آپ پر ہاتھ نہ اُٹھایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا خدا تعالیٰ نے تجھے ایمان دینا تھا اس لئے میں تجھے نہ دیکھ سکا ورنہ اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو ضرور مار دیتا۔ یہ کفر و ایمان کا فرق ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ ایمان کو ہر حالت میں مقدّم رکھتے تھے اس لئے آپ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں مَیں کسی کی پرواہ نہ کرتا۔ اگر میرے سامنے میرا بیٹا بھی آتا تو مارا جاتا لیکن کفر میں ذاتیات کا سوال آ گیا۔ تو جہاد میں آ کر آزمائش ہو جاتی ہے انسان کے ایمان کی اور آزمائش ہو جاتی ہے اس کی محبت الٰہی کی۔ مگر جس زمانہ میں جہاد نہیں ہوتا اس زمانہ میں ایمان کی آزمائش کا ذریعہ کونسا ہے۔ ایسے موقع پر بد دعا ہی ایک ذریعہ ہے جس کے ذریعہ انسان کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے اور دنیا پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کو ترجیح دیتا ہے۔ یا اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو۔ جب انسان اپنے عزیز سے عزیز رشتہ دار کو ایسے مقام پر کھڑا ہؤا دیکھے جو صداقت کے لئے مُضِر

ہو اور اس کی ترقیات کو روکنے والا ہو۔ تو ایسے موقع پر جبکہ جہاد بالسیف کا وقت نہیں ہوتا ایک ہی ذریعہ انسان کے ایمان کی آزمائش کا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے حضور جھکے اور اس دشمنِ دین کو مدّ نظر رکھتے ہوئے دعا کرے کہ اے خدا! یہ تیرے دین کے راستہ میں روک بنا ہؤا ہے اس کی وجہ سے تیرا قائم کردہ سلسلہ دنیا میں پھیلنے سے رُک رہا ہے۔ اے خدا! اسے ہدایت دے لیکن اگر تیری مشیت نے اسے ہدایت سے محروم کر دیا ہے تو پھر تو اسے تباہ و برباد کر کے اپنے دین کی اشاعت کا راستہ کھول دے۔ بے شک کمزور طبائع ایسے موقع پر کمزوری دکھائینگی اور وہ کہیں گی کہ ہم اپنے منہ سے اپنے باپ یا اپنی ماں یا اپنے بھائی یا اپنی بہن یا اپنے کسی اور عزیز اور رشتہ دار کے لئے کس طرح بد دعا کریں مگر وہ جو حضرت نوح علیہ السلام کی صفت اپنے اندر رکھتے ہیں، وہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا دودھ پیا ہؤا ہوتا ہے، وہ جب دیکھتے ہیں کہ اصلاح کی تمام کوششیں رائگاں چلی گئیں جب دیکھتے ہیں کہ خیر خواہی کی ہر بات کو ٹھکرا دیا گیا، جب دیکھتے ہیں کہ ظلم اپنی انتہاء کو پہنچ گیا اور دشمن کے وجود کے ذریعہ اس کے دین کو نقصان پہنچ رہا ہے تو وہ اس وقت بد دعا کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کے نقصان کی کوئی پرواہ نہیں۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا۔ اے خدا! آج ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تُو اس زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑ سب کو اپنے قہر سے ہلاک کر دے۔

یہ دعا ہے جو اسلام کے راستہ سے ہر قسم کی روکوں کو دُور کرنے والی ہے۔ آخر دنیا کی آبادیاں کس لئے ہیں اور کیوں خدا تعالیٰ نے یہ تمام نظام قائم کیا ہے؟ انسان کی پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ وہ دین کی ترقی کا موجب ہو اور خدا تعالیٰ کے نور کو ظاہر کرنے والا ہو لیکن جب تمام کوششوں کے باوجود بعض لوگ ایسے ہوں جن کی موجودگی اسلام کو نقصان پہنچا رہی ہو تو کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے نفس کی کسی کمزوری کا خوف ہو۔ یا سوائے اس کے کہ ابھی ہدایت کی امید ہو، یہ دعا نہ کی جائے کہ یا تو خدا اسے ہدایت دے یا اسے تباہ کر کے ہمارے راستہ سے ہٹا دے۔ لیکن بہرحال پہلی چیز ہدایت کی دعا ہے اور پہلے انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ دشمن کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرے اور اس کے بعد جب شرارت حد سے بڑھ جائے تو پھر بد دعا۔ لیکن بد دعا کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کرے کہ اے خدا! اگر ممکن ہو سکے تو اسے ہدایت دے اور اگر یہ

تیری غیر مبدّ ل تقدیر کے خلاف ہو تو پھر تیری مرضی پوری ہو اور تُو اسے مزید شرارت کا موقع نہ دے اور اسے تباہ کر۔ جیسا کہ حضرت مسیح ناصری نے دعا کی اور کہا۔

''اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالا مجھ سے ٹل جائے۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو''۴؎

اسی طرح جب انسان پر کوئی ایسا موقع آئے جبکہ اس کے عزیز، اس کے رشتہ دار، اس کے دوست، اس کے اقارب، اس کے ہم قوم، اس کے ہم مذہب، اس کے ہم ملک اور بڑے بڑے مکھیا اور قوم کے رئیس اور حکمران کہلانے والے دین کے راستہ میں روک بن کر کھڑے ہو جائیں تو اُس وقت وہ دعا کرے کہ الٰہی! ان لوگوں کو سمجھ اور عقل دے لیکن اگر تیرے علم میں ان کے لئے ہدایت مقدّر نہیں تو پھر انہیں تباہ کر کے ہماری کامیابی کے راستہ کو صاف کر دے۔ ہمارے دل کو بیشک اس کے ذریعہ سے دُکھ پہنچے لیکن اے خدا! ہم تیرے سلسلہ کے راستہ میں کسی روک کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ وہ ذریعہ ہے جس کے ماتحت انسان کے ایمان کی آزمائش ہو جاتی ہے۔ آخر حضرت نوح علیہ السلام نے جب کہا تھا کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا تو بالکل ممکن ہے ان کفّار میں کوئی ان کا ماموں ہو، کوئی خالو، کوئی بھائی ہو، کوئی چچا، پھر بیویوں کی طرف سے رشتہ دار ہوں ، دوست ہوں، عزیز و اقارب اور احباب ہوں لیکن باوجود اس کے کہ وہ ملک ان کا ملک تھا، وہ قوم ان کی قوم تھی پھر بھی حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی پرواہ نہ کی۔ اور بددعا سے پہلے خدا تعالیٰ سے یہ عرض کر دیا کہ اے خدا! مجھ سے جس طرح بھی ممکن ہو سکتا تھا میں نے ان کو سمجھایا۔ میں نے انہیں پوشیدہ بھی سمجھایا اور ظاہر بھی، دن کو بھی سمجھایا اور رات کو بھی، ہر رنگ اور ہر طریق سے میں نے کوشش کی کہ انہیں تیرے دین میں داخل کروں لیکن اے خدا! جب ان کا انکار اپنی حدوں سے بڑھ گیا اور اب تیرے دین کے راستہ میں یہ روک بن کر کھڑے ہو گئے تو اب یہی صورت باقی ہے کہ تو انہیں غارت کر اور اپنی قہری تجلیات سے برباد کر دے۔

پس بددعا کرتے وقت دو باتوں کا مدّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ ہدایت کو مقدم رکھے یعنی پہلی دعا یہ ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہدایت دے اور انہیں عقل و سمجھ سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ دوسرے یہ کہ بددعا کبھی نفسانیت کے ماتحت نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ کسی سے ذاتی جھگڑا ہوا اور

اس کے لئے بد دعا کر دی جائے۔ ہماری جماعت کے ایک صاحب ہوا کرتے تھے جو میرے استاد بھی تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی انہوں نے بہت خدمت کی، میں ہمیشہ ان کا ادب کیا کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہوں۔ انہیں فٹ بال کا بہت شوق تھا ہم بھی فٹ بال کھیلا کرتے لیکن فٹ بال کھیلتے ہوئے جب ذرا سا بھی اختلاف ہو جاتا تو وہ بد دعائیں کرنے پر تیار ہو جاتے۔ قاعدہ ہے کہ فٹ بال کھیلتے وقت اگر کسی شخص کا فٹ بال کو ہاتھ لگ جائے تو یہ اس فریق کی غلطی سمجھی جاتی ہے اور دوسرے فریق کو ایک کِک مارنے کا حق ہوتا ہے۔ اس قسم کا جب بھی کھیلتے وقت کوئی جھگڑا ہو جاتا تو وہ کھڑے ہو کر بے اختیار قسمیں کھانے لگ جاتے کہ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔ خدا کا غضب اُترے اگر ہم نے جھوٹ بولا ہو۔ ہم ہمیشہ انہیں سمجھاتے کہ یہ کھیل ہو رہی ہے اور ہم سب کھیلنے کے لئے یہاں آئے ہیں بھلا یہاں مباحثہ اور مباہلہ کا کیا تعلق ہے مگر ان پر اثر نہ ہوتا۔ ایک دفعہ کی بات تو مجھے آج تک یاد ہے اور اس کا مجھ پر اتنا گہرا اثر ہے کہ وہ نظّارہ اور وہ جگہ جہاں وہ واقعہ ہوا مجھے پوری طرح یاد ہے۔ ریتی چھلّہ میں ہم فٹ بال کھیل رہے تھے جنوبی طرف وہ پارٹی تھی جس طرف مولوی صاحب تھے اور شمالی طرف دوسری پارٹی۔ میں بھی انہی کی طرف تھا۔ دوسری طرف سے بال لایا جارہا تھا کہ آپس میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک بال کو اِدھر لے جانے کی کوشش کرے۔ اور دوسرا اُدھر، اسی کشمکش میں مولوی صاحب نیچے گر گئے۔ دوسرے کھلاڑی نے یہ خیال کر کے کہ بال کو ہاتھ لگ گیا ہے جھٹ کہہ دیا کہ ہینڈ بال۔ اب مولوی صاحب یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے مجھ سے مباہلہ کر لو، ابھی کر لو یہاں نہیں کرتے تو بڑی مسجد میں چلو۔ ہم اب ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ مولوی صاحب یہ کھیل ہے اس کا مباہلہ سے کیا تعلق ہے اور مولوی صاحب ہیں کہ اُچھلتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں مباہلہ کر لو اس کے سوا اس کا علاج ہی کوئی نہیں۔

تو ایک یہ لوگ ہوتے ہیں اور گو جس شخص کا میں نے واقعہ سنایا ہے ان کے دماغ میں نقص تھا مگر کئی ہوشمند بھی ایسے ہوتے ہیں جو اس قسم کی حرکات کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور شخص کا واقعہ مجھے یاد آ گیا وہ پہلے یہاں انجمن کے ملازم ہوا کرتے تھے پھر پیغامیوں میں جا ملے۔ وہ ایک دفعہ قصاب سے گوشت خرید رہے تھے کہ اس سے جھگڑا ہو گیا وہ فوراً مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اُسے کہنے لگے یوں فیصلہ نہیں ہو گا آؤ مجھ سے مباہلہ کر لو حالانکہ ان کا قصاب سے کوئی ایک آدھ گوشت کی بوٹی پر جھگڑا تھا۔

اِس قسم کی بد دعا کو اسلام جائز قرار نہیں دیتا۔ یہ تمسخر ہے اور شرعی رو سے ممنوع بلکہ ذاتیات کے لحاظ سے تو سوائے اس کے کہ کسی کی عزت پر کوئی حملہ کر دے اور کسی صورت میں بد دعا جائز نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی کسی کی عزت پر حملہ کرے تو چونکہ اس حملہ کا اس کے خاندان اور آئندہ آنے والی نسلوں تک اثر جاتا ہے اس لئے اگر وہ تمام ذرائع کو استعمال کر چکے تو اسے شرعی طور پر اجازت ہے کہ وہ الزام لگانے والے کے لئے بد دعا کرے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

غرض جب کوئی اخلاقی جُرم عائد ہو تو جس پر اخلاقی جُرم عائد کیا جائے، اس کا حق ہے کہ اصلاح کے تمام ذرائع کو استعمال کرنے کے بعد وہ اسے مباہلہ کے لئے بلائے اور اس کے لئے بد دعا کرے۔ بعض بیوقوفوں نے اس بات کو بالکل اُلٹ سمجھا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ الزام لگانے والے کو مباہلہ کا چیلنج دینے کا حق ہے حالانکہ اسلام نے یہ حق مظلوم کو دیا ہے نہ کہ ظالم کو کہ وہ خواہ مخواہ اور زیادہ گند اُچھالے۔ باقی دینی معاملات میں انسان کو چاہیئے کہ وہ پہلے دعا کرے اور ایک عرصہ تک اس دعا کی قبولیت کا انتظار کرے لیکن جب وہ دیکھے کہ معاملہ اپنی انتہاء کو پہنچ گیا اور وہ سمجھ لے کہ اب دشمن کا وجود خدا کے دین کے لئے مضر ہے تو وہ دعا مانگے کہ اے خدا! میں اب بھی یہی خواہش رکھتا ہوں کہ تو اِس پر رحم کر اور اسے ہدایت دے لیکن دین چونکہ بہر حال مقدم ہے اس لئے اے میرے ربّ! اگر اس کے لئے ہدایت مقدّر نہیں تو تُو اسے تباہ کر دے۔ یہ بد دعا ہے جو جائز ہے اور جس کے مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔

میں نے جب یہ دعا سکھائی تھی کہ **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ** تو اُس وقت بھی اس کے ترجمہ میں میں نے ایسا پہلو رکھا تھا کہ بد دعا کی صورت نہ بنے لیکن اب خدا تعالیٰ نے مجھے یہی سمجھایا ہے کہ جہاں اسلام کی عزت کا سوال ہو وہاں مؤمنوں سے ایسی بد دعائیں امتحان کے طور پر بھی کرائی جاتی ہیں جیسے جنگ کے موقع پر ایک کمزور آدمی بھی تلوار پکڑ لیتا ہے اسی طرح روحانی جنگ کے موقع پر نرم سے نرم دل مؤمن کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کو سخت کر کے دشمنوں کے لئے بد دعا کرے اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرے کہ وہ اپنے قہر سے دشمنوں کو ہلاک کر کے اپنے دین کی غیر معمولی نصرت و تائید فرمائے۔ پس ان خیالات کے اظہار کے

ساتھ میں اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ موجودہ مخالفت کو مدنظر رکھتے ہوئے جس رنگ میں چاہیں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ لوگ ضرور بددعائیں کریں مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ جس جس شخص کے ذہن میں یہ بات آئے کہ اب رعایا اور حکام کی طرف سے اس قدر شدت کے ساتھ مخالفت ہو رہی ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹانے اور اس کے حضور گریہ وزاری کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تو وہ خدا تعالیٰ سے سلسلہ کیلئے مدد اور اس کے دشمنوں کی ہلاکت و بربادی کیلئے دعا کرے اور اگر میری وجہ سے وہ اب تک اس رنگ میں بددعا کرنے سے رُکے ہوئے تھے تو میں انہیں اب بتاتا ہوں کہ وہ اس رنگ میں بددعا کر سکتے ہیں اور میری طرف سے انہیں اجازت ہے۔

نادان دشمن ان باتوں پر ہنستا ہے اور وہ کہتا ہے اب ہمارے لئے بددعائیں کی جارہی ہیں حالانکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں ہمیشہ بددعا کے پہلو کو نظر انداز کرتا رہا ہوں اور پھر نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ خدا ہمارا غلام نہیں کہ اِدھر بددعا ہمارے منہ سے نکلے اور اُدھر وہ ہمارے دشمن کا گلا گھونٹ دے۔ جس طرح دعائیں ایک عرصہ کے بعد قبول ہوتی ہیں اسی طرح بددعائیں بھی قبولیت کے لئے لمبا عرصہ چاہتی ہیں ہاں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اِدھر بددعا منہ سے نکلتی ہے اور اُدھر قبول ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت ہوتا ہے اور وہ اپنے مصالح کو آپ سمجھتا ہے ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ دعا ہو یا بددعا یہ ایک ایسا حربہ ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو انسان خلوص دل اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اس کی دعا بھی سنی جاتی ہے اور بددعا بھی۔ خواہ اس کے مقابل میں معمولی انسان ہو یا درمیانی درجہ کے یا بڑے بڑے بادشاہ اور شہنشاہ سب اس کی بددعا سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔ میری اپنی یہ رائے ہے کہ ہم نے اس زمانہ میں دو سال تک متعلقہ حکام کے دروازے کھٹکھٹا کر دیکھے ہیں اور ان سے درخواست کی ہے کہ وہ عدل اور انصاف کا ہاتھ بلند کریں اور ہمارے خلاف جو شرارتیں ہو رہی ہیں ان کو دور کریں اور رعایا کو بھی توجہ دلائی ہے کہ وہ شرافت اور تہذیب سے کام لے مگر افسوس کہ نہ حکام ہمارا علاج کر سکے اور بالکل ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کرنا ہی نہ چاہتے ہوں اور نہ ہمارے مخالف لوگوں نے بھی اپنا رویّہ بدلا۔ خدا تعالیٰ نے بھی اپنے قہری نشان سے رعایا اور حکام کو توجہ دلائی کہ خدا تعالیٰ کی جماعتوں پر ہاتھ اُٹھانے کا نتیجہ اچھا نہیں مگر ان تمام باتوں کا نہ رعایا پر اثر ہوا نہ حکام پر۔ بہار میں زلزلہ آیا اور ابھی اس پر ایک سال ہی

گزرا تھا کہ کوئٹہ میں ایک ہیبت ناک زلزلہ آیا اتنا ہیبت ناک کہ اس زلزلہ کے متعلق وزیرِ ہند نے بھی کہا ہے۔

''اتنا بھاری زلزلہ برطانوی سلطنت کے کسی ملک میں آج تک کبھی نہیں آیا۔ یہ سب سے بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے۔''

کتنا عظیم الشان صدمہ ہے جو لوگوں کو پہنچا۔ زلزلے کے جھٹکے آتے ہیں اور ایک دومنٹ میں ہی ملک کا ملک فنا ہو جاتا ہے اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ وہ گورنمنٹ اتنی وسیع منظّم اور بااثر گورنمنٹ جس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری مملکت پر سورج غروب نہیں ہوتا، وہ باوجود تین لاکھ فوج رکھنے کے، باوجود ایک ارب سے زائد بجٹ رکھنے کے، باوجود اتنی طاقت اور قوت اور شوکت کے اس کی آنکھوں کے سامنے مُردے چھتوں کے نیچے سڑ جاتے ہیں اور وہ اپنا زور خرچ کرنے کے باوجود سب مُردوں کو دفن نہیں کرسکتی اور معذرتوں پر معذرتیں کرتی چلی جاتی ہے کہ ہم مُردے نکالنے سے بے بس ہیں۔ آج بھی کوئٹہ کی وادیوں میں مُردے سڑ رہے ہیں، آج بھی وہ برطانوی حکومت جس کی مملکت پر سورج غروب نہیں ہوتا، جس کے جہاز دنیا کے سارے سمندروں میں پھیلے ہوئے ہیں بے بس ہے اور بے بسی کا اقرار کرتی ہے اور سڑتی ہوئی لاشوں کو ملبوں کے نیچے سے نکالنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ کیا خدا تعالیٰ کا یہ قہری نشان اس بات کا ثبوت نہیں کہ ہمارا خدا جب مارنے پر آتا ہے تو کوئی حکومت جلا نہیں سکتی اور جب وہ جلانے پر آجاتا ہے تو کوئی حکومت مٹا نہیں سکتی۔

کیا حقیر سی خدمت ہے جو مرنے کے بعد انسان کی کی جاتی ہے کہ لاش کو اُٹھایا اور اسے مٹی میں دبا دیا۔ بلّی بھی جب پاخانہ پھرتی ہے تو اس پر مٹی ڈال دیتی ہے مگر خدا تعالیٰ کا جب غضب ایک خطۂ زمین پر اُترتا ہے تو ۳۳ کروڑ اہلِ وطن اور وہ حکومت جو ساری دنیا پر پھیلی ہوئی ہے دونوں ہی بے بس اور لاچار ہو جاتے ہیں اور وہ لاشوں کو صحیح طور پر دفن کرنے کی بھی توفیق نہیں پاسکتے۔

کیا وہ خدا جو کوئٹہ پر زلزلہ لایا اَور جگہوں پر زلزلے نہیں لاسکتا اور کیا وہ خدا جس نے کوئٹہ اور قلات کی عمارتوں اور سر بفلک محلّات کو آنِ واحد میں مسمار کر کے مٹی کا ڈھیر بنا دیا، وہ اور لوگوں کے محلّات اور عمارتوں کو مسمار نہیں کرسکتا۔ یہ تو خدا تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی قدرت کی ایک مثال دی ہے جیسے دُکاندار مٹھائی میں سے بعض دفعہ تھوڑی سی چیز گاہک کو چکھانے کے لئے دے دیتے ہیں جسے

پنجابی میں ’’ونگی‘‘،[۵] کہتے ہیں۔ اس زلزلہ کے ذریعہ بھی خدا تعالیٰ نے نمونہ کے طور پر بتایا ہے کہ جب میرا اِذن آجائے تو دنیا کا کوئی فرد میرے ارادوں میں حائل نہیں ہوسکتا۔

پس خدا کے آگے جھکو اور اس کے حضور عاجزی وزاری سے اپیل کرو کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی سننے والا نہیں۔ آج ہی ایک اخبار مجھے دیا گیا ہے جس میں اس بات پر ہنسی اُڑائی گئی ہے کہ ہم ان کے لئے بددعائیں کرتے ہیں۔ پھر منافقوں کی طرف منسوب کر کے بعض باتیں اس میں لکھی گئی ہیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ منافقوں کی بیان کردہ نہیں بلکہ کسی اور نے ان کے پاس بیان کی ہیں مثلاً لکھا ہے کہ مرزا اکرم بیگ صاحب کی زمین کو میں نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ میں خریدا، یہ روپیہ میرے پاس کہاں سے آگیا؟ اسی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس واقعہ کا لکھنے والا کوئی ناواقف ہندو یا کوئی اور شخص ہے کیونکہ حالات کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ زمین میں نے نہیں لی بلکہ اس کا اکثر حصہ صدر انجمن احمدیہ اور دوسرے احمدیوں نے خریدا ہے مثلاً چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم، میاں غلام محی الدین صاحب امرتسری، بابو سراج الدین، چوہدری حاکم علی صاحب، چوہدری غلام حسین صاحب سفید پوش وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کی اس مضمون میں اور بھی کئی ایسی باتیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی منافق کا مضمون نہیں بلکہ باہر کا کوئی آدمی ہے جو یہ مضمون لکھ رہا ہے مگر اپنی طرف سے یہ ڈھکوسلا بھی مرعوب کرنے کے لئے بیان کرتا چلا جاتا ہے کہ یہ قادیان کے منافق کہتے ہیں گویا اس طرح یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قادیان میں ایسی ایک جماعت ہے حالانکہ باتیں خود لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ تو ہمارے مخالفوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ مضمون لکھنے والا کوئی ہوتا ہے اور منسوب وہ کسی اور کی طرف کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اس بات پر ہنسی اُڑاتے ہیں کہ ان کے لئے بددعائیں کی جاتی ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہم بھلا ان بددعاؤں سے ڈرنے والے ہیں مگر یہ کوئی نئی بات نہیں۔ جس وقت رسول کریم ﷺ مکّہ میں کفار کے لئے بددعائیں کیا کرتے تھے اُس وقت مکّہ والے بھی آپ کی بددعاؤں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ درحقیقت جس قوم کو اللہ تعالیٰ تباہ کرنا چاہتا ہے اُس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ بددعا سے نہیں ڈرتی اس کے اندر کبر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے اور وہ کہتی ہے کون ہمیں تباہ کرسکتا ہے؟ تب خدا اپنی قدرت کا ایک زبردست ہاتھ ظاہر کرتا ہے اور آسمان سے اپنی قہری تجلیات نازل کر کے اور غضب کی آگ بھڑکا کر انہیں کہتا ہے اے نادانو! تم جو اپنی

ظاہری طاقت وقوت پر فخر کرتے تھے، تم جو اپنے جتھے اور اپنی جماعت کی شہہ پر خدا کے پاک بندوں کو دُکھ دینے پر تُلے ہوئے تھے، آؤ! اور اب میرے غضب سے اپنے آپ کو اور اپنے حوالی موالی کو بچاؤ۔ پھر وہ لوگ خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بن کر ایسے نَسْيًا مَّنسِيًّا[۶] ہو جاتے ہیں کہ کوئی ان کا نام لینے والا دنیا میں باقی نہیں رہتا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ چونکہ ہم نے لوگوں پر حجت قائم کر دی ہے، حکومت پر بھی حجت کر دی ہے اور رعایا پر بھی، پھر ہم نے ان کی ہدایت کے لئے دعائیں بھی کی ہیں اور پورے طور پر انہیں سمجھانے کی کوشش کی ہے مگر ہماری کوئی بات نہیں سنی گئی۔ ہماری جائدادوں پر دن دھاڑے قبضہ کیا جاتا ہے۔ حکومت کے نمائندے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں مگر حکومت خاموش ہے یا تو اس تک رپورٹیں غلط کی جارہی ہیں یا وہ کسی مصلحت سے ان مفاسد کی اصلاح نہیں کرنا چاہتی۔ بلکہ جب اس کے مقامی نمائندوں کو توجہ دلائی جاتی ہے تو مالکوں اور قبضہ رکھنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ اگر تمہارا ان جائدادوں پر حقِّ ملکیت ہے تو جاؤ عدالتیں کھلی ہیں ان میں نالش کر دو حالانکہ دنیا کی کسی حکومت میں یہ دستور نہیں کہ زمینوں کے مالک اور قابض خود عدالتوں میں جائیں اور وہ جو ظالمانہ طور پر کسی کی زمین پر قبضہ کر رہے ہوں حکومت ان کی مدد کرتی چلی جائے۔ ہر مہذب اور قانون کی پابند گورنمنٹ کا فرض ہوتا ہے کہ وہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرے اور زمین کے مالکوں کو ظلم اور بے انصافی کا شکار ہونے سے بچائے۔ مگر ہمارے ساتھ نمائندگانِ حکومت کی طرف سے بالکل اُلٹ سلوک کیا گیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی کو اس کے حق سے محروم رکھا جائے بلکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو انصاف ہے وہ عمل میں لایا جائے۔ برطانوی حکومت میں سے اور کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں اس قِسم کا اُلٹ قانون برتا جاتا ہو صرف ہم ہی ہیں کہ ہم جو یہاں کی زمینوں کے مالک یا قابض ہیں ہمیں عدالتوں کی طرف جانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جو حملہ کر کے آتے ہیں انہیں نہیں مجبور کیا جاتا کہ اگر ان کا کوئی حق ہے تو وہ عدالت میں جا کر ثابت کریں۔ ہم اپنے مخالفوں کو بھی یہ نہیں کہتے کہ وہ اپنے حق چھوڑ دیں۔ بے شک جس زمین پر ان کا حق ہے وہ اس حق کو عدالت میں ثابت کر کے حاصل کریں ہمیں ان حقوق کے ادا کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ہم تو ان سے اور حکومت سے صرف اس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جس پر ساری برطانوی حکومت میں عمل کیا جاتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کہیں یہ دستور نہیں کہ کسی زمین پر جب کوئی فریق زبردستی قبضہ جمانا چاہے تو حکومت کی

طرف سے ان لوگوں کو جن کے نام سرکاری کاغذات میں بطور مالک کے لکھے ہوئے ہوں یہ کہا جائے کہ وہ عدالت میں جائیں اور جو سرکاری اندراجات سے بے پرواہی کرنے والے ہوں ان کو مجبور نہ کیا جائے کہ پہلے وہ اپنا حق ثابت کریں ہم نے یہ تمام باتیں حکومت کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ مگر باوجود ہماری تمام کوششوں کے ہماری کوئی بات نہیں سنی جاتی۔ صراحتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دی جاتی ہیں ایسی گندی گالیاں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا کہ تم صبر کرو اور اگر خدا تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو باندھا ہوا نہ ہوتا تو خدا جانتا ہے کوئی غیرت منداس قسم کی گالیاں دینے والوں پر شام نہ آنے دیتا اور انہیں ان کے کئے کا مزا چکھا دیتا۔ چار پانچ دن ہوئے ایک واعظ نے جس کا میں نام نہیں لینا چاہتا کیونکہ اس سے طبائع میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر مرزائی باز نہ آئے تو ہم یہ ثابت کر دیں گے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مرزا غلام احمد کے دو باپ تھے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہو رہی ہیں اور متواتر ہو رہی ہیں حکومت خاموش ہے اور مسلسل خاموش ہے ہم اسے جگاتے ہیں مگر وہ نہیں جاگتی، بیدار کرتے ہیں مگر وہ بیدار نہیں ہوتی، حالات اس کے سامنے رکھے جاتے ہیں مگر وہ ان پر کوئی توجہ نہیں کرتی آخر کب تک ہم ان باتوں پر صبر کریں گے۔ جس خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم دنیا میں فتنہ وفساد پھیلانے سے بچو، جس خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے ہاتھ روکو اور ظالم کو خود سزا نہ دو، جس خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت اور فرماں برداری کرو اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی نہ کرو، اُسی خدا نے ہمارے لئے ایک اور دروازہ بھی کھول رکھا ہے اور وہ یہ کہ تم میرے پاس آؤ اور کہو اے خدا! ہم ستائے گئے، ہم بے حد دُکھ اور تکلیف دیئے گئے، دشمن نے ہم پر زمین تنگ کر دی، اس نے ہماری عزتوں پر حملہ کیا، ہماری جائدادوں پر حملہ کیا، ہمارے مقدس پیشواؤں پر حملہ کیا، ہمیں بلا وجہ تنگ کیا اور اتنا دُکھ دیا کہ وہ ہماری حد برداشت سے بڑھ گیا، اے خدا! تُو جو مظلوموں کا حامی اور بے کسوں کا فریادرَس ہے آسمان سے اُتر اور ان دشمنوں کو فنا کر دے۔ اپنے قہر کا کوئی عبرت ناک نشان دکھا جس سے یہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو جائیں۔ ہم نے قانون نہ آج تک اپنے ہاتھ میں لیا اور نہ آئندہ لیں گے لیکن ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے ہم اُس کے پاس جائیں گے اور اُس کے حضور ان دشمنوں کی غارت گری اور بربادی کے لئے دعائیں کریں گے۔ ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے مگر ہمیں دُکھ دیا گیا اور بے انتہاء دُکھ دیا گیا، ہم پر ظلم کیا گیا اور

بے انتہاء ظلم کیا گیا، ہم نے نرمی اور محبت اور پیار سے اپنے بھائیوں سے کہا کہ دیکھو! یہ طریق تمہارے لئے مناسب نہیں اس کو چھوڑ دو، ہم نے حکومت کے نمائندوں سے بھی کہا کہ اپنے اس رویہ کو ترک کر دیں کہ یہ انجام کے لحاظ سے حکومت کے لئے مفید نہیں ہوسکتا اور پھر ان کی عدمِ توجہی پر حکومت کو ان کے افعال کی طرف توجہ دلائی لیکن نہ حکومت نے ہماری بات سنی اور نہ رعایا نے ہماری دردمندانہ باتوں سے نصیحت حاصل کی اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور جھکیں اور اس سے دعائیں کریں کہ اے خدا! انسانی تدبیریں بیکار ہوگئیں تُو نے خود ہمارے ہاتھوں کو روکا ہؤا ہے ورنہ ہمیں تیری راہ میں جان دینے میں کیا عذر ہے، تیرا حکم ہے کہ دنیا میں فساد نہ کرو اس لئے ہم فساد نہیں کرتے، تیرا حکم ہے کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لو اس لئے ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے، تیرا حکم ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت کرو اس لئے ہم حکومتِ وقت کی اطاعت کرتے ہیں، تو نے ہر طرح سے ہمارے ہاتھوں کو باندھ دیا ہے مگر اے خدا! تُو نے ہمارے دلوں کے جذبات اور غیرتوں کو نہیں مار دیا، تیری زمین پر رہتے ہوئے دنیا میں ایک مہذب حکومت کے نمائندوں کے سامنے ہم پر ظلم کئے جاتے اور ہمیں بے انتہا تکالیف کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، ہم ان کے پاس فریاد کرتے ہیں مگر اے خدا! ہماری کوئی فریاد نہیں سنی جاتی، اے بے کسوں کے سہارے، اے نا امیدوں کی امید! ہمیں حاکم اپنی رعایا میں سے سمجھنے کیلئے تیار نہیں۔ اے بادشاہوں کے بادشاہ! ہم تیرے دربار میں آتے ہیں، تیرے حضور اپنی عاجزانہ آہیں بلند کرتے ہیں۔ ہم پر ظلم اب حد سے بڑھ گیا مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ[۷] اے میرے خدا! میں تجھ سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ میں کسی شخص کا بدخواہ نہیں، نہ حکومت کا بدخواہ ہوں نہ رعایا کا، میں پھر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان لوگوں کو ہدایت دے، رعایا کو بھی سمجھ دے کہ وہ تیرے غضب کو اپنے اوپر نہ بھڑکائے اور حکومت کو بھی ہدایت دے کہ وہ عدل وانصاف کے خلاف کارروائیاں نہ کرے لیکن اے خدا! اگر ان میں سے کوئی ایسا ہے جس کے لئے تیرے علم میں ہدایت مقدر نہیں اور وہ شرارت سے ظلم پر آمادہ ہے تو اے خدا! تُو اسے ہلاک اور برباد کر۔ آسمانی ہاتھوں سے نہ زمینی ہاتھوں سے، فرشتوں کے ذریعہ سے نہ آدمیوں کے ذریعہ سے، اے خدا! تُو پھر وہ قہری نشان دکھا جو نہایت ہی عبرت انگیز ہوں اور وہ لوگوں کو بتا دیں کہ مسیح موعودؑ تیری طرف سے مبعوث ہؤا ہے اور بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ایک مقدس اور راستباز انسان تھے اور آپ

پر اعتراض کرنے والے غلطی خوردہ۔

دیکھو ہم ایک زندہ خدا کے ماننے والے ہیں، کئی لوگ نادانی سے میرے متعلق کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ہاتھوں کو روکتا ہے ورنہ ہم دشمنوں کو بتا دیں کہ ہم کیا ہیں، میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں میرا ایک زندہ خدا پر ایمان ہے جب تک میری جان میں جان ہے میری کوشش یہی ہوگی کہ سلسلہ کی روایات میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ ہم نے آج تک ظلم سہے مگر قانون کو نہ توڑا اور میں چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی ہماری یہی روایت جاری رہے کہ ہم ظلم سہیں مگر قانون کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑیں۔ ہم نے ہمیشہ حکومت سے تعاون کیا اور میں چاہتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو آئندہ بھی حکومت سے تعاون جاری رکھا جائے۔ پس تمہارے دلوں میں موجودہ مخالفت کو دیکھ کر جو درد پیدا ہوتا ہے اس کا علاج میں نے تمہیں بتا دیا ہے اسے اختیار کرو۔ آدمیوں سے اپنی نظر ہٹا لو اور صرف خدا پر اپنی نظر رکھو، گالیاں سنو اور خاموش رہو، ماریں کھاؤ اور ہاتھ نہ اُٹھاؤ بلکہ اگر دشمن تمہارے گھروں پر بھی حملہ آور ہو تب بھی تم خداتعالیٰ کی طرف نگاہ رکھو اور کہو کہ اے خدا! تیری مدد کب آئے گی۔ مت سمجھو کہ یہ تمہاری قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ ان کا دنیا میں ذکر باقی رہے گا اور لوگ تمہیں عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ یاد کیا کریں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے معرکۂ کربلا میں بے شک جان دے دی مگر آج تک اسلام اس قربانی پر ناز کرتا ہے اسی طرح آنے والے لوگ آئیں گے اور وہ تمہارے ان مظالم کو یاد کر کے کہیں گے خدا کے مسیح پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ اُس نے اپنی قوت قدسیہ سے ایک ایسی قوم پیدا کر دی جو ان صبر آزما حالات میں بھی پُر امن رہی اور اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ گندی گالیاں جو دو سال سے قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جا رہی ہیں اگر ان میں سے ایک گالی بھی لنڈن میں مسیح ناصری کو دی جائے تو وہ گالی دینے والا انگریزوں کے ہاتھ سے نہ بچ سکے اور باوجود تہذیب و شائستگی کے دعووں کے ان میں سے کئی ایسے اُٹھ کھڑے ہوں جو اسے ہلاک کر دیں مگر خداتعالیٰ نے یہ ہمیں ہی توفیق دی ہوئی ہے کہ ہم گالیاں سنتے ہیں مگر اس کے حکم کے ماتحت پُر امن رہتے ہیں پھر بھی ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم جوش دکھاتے ہیں لیکن زمانہ یکساں نہیں رہے گا نہ یہ حاکم رہیں گے نہ یہ رعایا رہے گی یہ زمانہ گزر جائے گا اور پھر ایک اور زمانہ آئے گا نئے حاکم ہوں گے اور نئی رعایا ہوگی اُس دن لوگ اقرار کریں گے کہ انتہاء درجہ کے

مظالم ہونے کے باوجود احمدیہ جماعت نے اس صبر سے کام لیا جس صبر کا نمونہ صرف انبیاء کی جماعتیں ہی دکھا سکتی ہیں۔ وہ دن ہماری فتح کا دن ہوگا اور اُس دن فخر سے ہم اپنی گردنیں اونچی کرسکیں گے، اُس دن دنیا تسلیم کرے گی ہمارے اخلاق کی برتری کو، اور دنیا تسلیم کرے گی کہ سوائے خدا تعالیٰ کے مأمور کی جماعت کے اور کوئی جماعت اس قسم کا نمونہ نہیں دکھا سکتی۔ پس یاد رکھو کہ ہماری قربانیاں ہرگز رائیگاں نہیں جائیں گی۔ میں آسمان پر ایک نیک تغیر پاتا ہوں اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے محبت کا دریا اُمڈتا ہوا دیکھتا ہوں۔ ابھی تین دن کی بات ہے میں صبح کی نماز پڑھ کر لیٹا تو مجھے ایک الہام ہوا جس کے یہ الفاظ تھے۔

''مبارک ہے وہ خدا جس نے مجھے کوثر دکھایا اور اسی طرح جنت کے بعض اور مقام بھی''

میں اسی وقت دل میں کہتا ہوں کہ مبارک کا لفظ انسانوں کے متعلق آتا ہے۔ مگر اسی وقت دل میں آیا کہ اس جگہ مبارک تبارک کی جگہ استعمال ہوا ہے اس الہام کے وقت یوں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح کو لے جا کر کوثر اور بعض دوسرے اعلیٰ مقاماتِ جنت دکھائے ہیں اور واپسی پر اس لُطف واکرام پر حیران ہو کر میں اوپر کے الفاظ کہتا ہوں۔ غرض رؤیا میں خدا تعالیٰ نے مجھے کوثر کے مقام تک پہنچایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر ہماری نصرت وتائید کے سامان ہو رہے ہیں۔ کوثر تو مرنے کے بعد ملتا ہے اور اگر دوسرے کوائف ساتھ نہ ہوتے تو میں اس کی تعبیر یہ کرتا کہ یہ میرے نیک انجام کی طرف اشارہ ہے لیکن رؤیا کے باقی حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کی امید دلاتے ہیں اور جماعت کی ترقیات کی اس میں خبر دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ مؤمنوں کو اس دنیا میں بھی جنت ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔ پس جوں جوں نفس کشی کرو گے، جوں جوں امن پسندی کا نمونہ دکھاؤ گے اور بجائے انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو گے اُسی قدر زیادہ اللہ تعالیٰ تمہاری آسائش کے لئے بہتر سے بہتر سامان مہیا کرے گا۔ تمہیں جنت دے گا جس میں تمہیں کوئی دُکھ نہ ہوگا اور تمہیں ایسی کثرت دے گا جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ اس رؤیا میں کوثر کا نظارہ اس لئے بھی دکھایا گیا ہے کہ دشمن کہتا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ چونکہ کوثر دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اور کوثر کی نعمتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہی مل سکتی ہیں اس لئے کوثر کے انعام ملنے

کا نظارہ دکھا کر بتایا گیا ہے کہ نادان دشمن لاکھ جھک مارے، کوثر کا دیکھنا اور رسول کریم ﷺ کے ہاتھوں اس کے زندگی بخش جام کا پینا تو ہم نے تیرے لئے مقدر کر دیا ہے کیونکہ محمد ﷺ کا تو ہی سچا متبع ہے پھر وہ چیز جو مجھ کو دی گئی درحقیقت جماعت کا امام ہونے کے لحاظ سے تم کو بھی دی گئی ہے۔ پس مبارک ہو تمہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے جنت مقدر کر دی، مبارک ہو تمہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے کوثر کا انعام مقدر کر دیا، آج تم تھوڑے ہو لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ تمہیں بڑھائے گا یہاں تک کہ تم ساری دنیا میں پھیل جاؤ گے، آج تمہیں کہا جاتا ہے کہ تم رسول کریم ﷺ کی ہتک کرنے والے ہو مگر خدا یہ بتاتا ہے کہ محمد ﷺ کوثر کے جام بھر بھر کر تم کو پلائیں گے اور تم بھی اس میں حصہ دار ہو گے۔ اس کے ساتھ ہی یاد رکھو قرآن کریم میں کوثر کے انعام کا جہاں وعدہ دیا گیا ہے وہاں یہ بھی کہا گیا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ [8] یعنی جسے کوثر ملے اسے خاص طور پر دعائیں بھی کرنی چاہئیں اور خاص طور پر قربانیوں کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے، پس قربانیاں کرو اپنے نفوس کی اور قربانیاں کرو اپنی عزت و آبرو کی۔ تمہاری غیرت کا مظاہرہ تمہارے ہاتھوں سے نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان آہوں سے ہونا چاہئے جو دلوں سے نکلتی اور خدا کے عرش کو ہلا دیتی ہیں۔ اگر تم اپنے ہاتھ سے بدلہ لو بھی تو آخر تمہارے ہاتھوں میں کتنی طاقت ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ بعض حکام احراریوں سے ملے ہوئے ہیں تو سوائے اس کے کہ تم ہاتھ اُٹھا کر اور زیادہ مصیبت میں مبتلاء ہو جاؤ اِس کا اور کیا فائدہ ہو گا۔ بے شک اس سے تمہیں اپنا جوش نکالنے کا موقع مل جائے گا مگر سلسلہ اور احمدیت کو اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ مؤمن کو تو وہ کرنا چاہئے جس سے دین کو فائدہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ لودھیانہ میں کہیں جا رہے تھے کہ حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور جو حضرت خلیفہ اوّل کے خسر اور پیر منظور محمد صاحب اور پیر افتخار احمد صاحب کے والد تھے آپ کے ساتھ تھے وہ رتڑ چھتڑ والوں کے مرید تھے اور انہوں نے بارہ سال ان کی خدمت کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ راستہ میں باتیں ہونے لگیں تو حضرت منشی احمد جان صاحب فرمانے لگے کہ رتڑ چھتڑ والوں کی خدمت کر کے مجھے سب سے بڑا انعام یہ ملا ہے ایک آدمی پیچھے آ رہا تھا اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اگر میں اس پر توجہ ڈالوں تو یہ وہیں تڑپ کر گر جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب آپ خاص طور پر کوئی بات فرمانا چاہتے تو چلتے چلتے ٹھہر جاتے اور آہستہ آہستہ چھڑی کی نوک سے

زمین پر نشان کرتے چلے جاتے۔ آپ یہ بات سنتے ہی ٹھہر گئے اور زمین پر چھڑی سے نشان کرتے ہوئے بولے اچھا میاں صاحب! اس سے آپ کو اور اس کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ کیونکہ حضرت منشی احمد جان صاحب بڑے اہل اللہ اور خدا رسیدہ انسان تھے اس لئے انہوں نے اسی وقت کہا کہ میں اس کام سے توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ مسمریزم کو کبھی مذہب کا جزو نہیں سمجھوں گا۔ تو دیکھو خدا تعالیٰ کے احکام اور حکومت کے قوانین کو توڑ کر کوئی بات کرنی اور پھر ایسی بات کرنی کہ جس کا کوئی بھی فائدہ نہ ہو کوئی عقلمندی نہیں۔ کسی نے کہا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اس طریق پر کام کرنے سے نہ خدا راضی ہوگا اور نہ سلسلہ کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔ پس اپنے جوشوں کو دباؤ اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھو۔ تم سے کم مجھ میں جوش نہیں اور نہ ان میں کچھ کم جوش ہے جو میری ہدایات کے مطابق صبر سے کام لے رہے ہیں لیکن جہاں ایک طرف ان منافقین قادیان کی طرح ہماری غیرت مُردہ نہیں ہوگئی جو جا جا کر دشمنوں کے بوٹ چاٹتے ہیں۔ وہاں شریعت اور قانون کی حدود سے بھی ہم تجاوز نہیں کر سکتے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے صبر کی توفیق دی ہے اور ہمیں توفیق دی ہے کہ ہم بجائے انسانی علاج کے خدا تعالیٰ سے علاج طلب کریں۔ پس آج جبکہ ایک سرکاری افسر نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم خدا کے حضور جھکیں اور اس سے کہیں کہ اے خدا! اب تُو اپنی ایسی قدرت دکھا کہ گورنمنٹ کو ماننا پڑے کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیتے اور امن میں رہتے ہوئے بھی ان کا زندہ خدا ان کے لئے آسمان سے بڑے بڑے نشانات دکھا سکتا ہے۔ پس جب تک آسمان سے کوئی ایسا نشان ظاہر نہ ہو۔ جب تک دنیا کو یہ معلوم نہ ہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور جب تک آسمانی نشانات کے ذریعہ یہ ظاہر نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے بندے ظاہری تدابیر اختیار نہیں کیا کرتے بلکہ خدا خود ان کے لئے تدبیریں کیا کرتا ہے اُس وقت تک ہمارا ہاتھ اُٹھانا خدا تعالیٰ کے نشانات کو مشتبہ کرنا ہے۔ ہماری حالت تو اس وقت ایسی ہے کہ ہم جو گناہ نہیں کرتے وہ بھی ہماری طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی ہم میں سے اس قِسم کی حرکت کر بیٹھے تو کس قدر ہم پر الزام آ سکتا ہے اور گو انفرادی واقعات کے لحاظ سے جماعت زیرِ الزام نہیں آ

سکتی مگر بہرحال دشمن اسے جماعت کی طرف منسوب کرسکتا ہے۔ پس آج کل ہماری جماعت پر نہایت ہی نازک موقع ہے اور ہم میں سے ہر ایک شخص کو پوری ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ میں جانتا ہوں کہ ہم اس وقت ایسے حالات میں سے گزر رہے ہیں جن میں صبر کا دامن انسان کے ہاتھ سے چھوٹ سکتا ہے مگر میں پھر کہتا ہوں کہ صبر کرو، صبر کرو، صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے لوگوں کی ہدایت کے لئے دعائیں کرو اور اگر دعا سے بھی کام نہیں چلتا تو بددعا کرو اور کہو اے خدا! ان دشمنوں کو غارت کر۔ ممکن ہے خدا تمہیں چھ مہینے سال دو سال یا چار سال ابتلاء میں رکھنا چاہے اور ممکن ہے اس سے بھی زیادہ عرصہ ابتلاؤں میں رکھنا اس کی مرضی ہو لیکن اگر سَو سال کے بعد بھی خدا تعالیٰ کوئی ایسا نشان دکھائے جس سے ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے اور جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے تو بھی ہماری روحیں آسمان سے اسے دیکھ کر خوش ہوں گی کیونکہ اگر دنیا میں ہمارے جسم رنج اور کوفت اُٹھاتے ہوئے فنا ہو گئے تو کوئی بات نہیں اصل خوشی وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت انسانی روح کو حاصل ہوتی ہے۔

(الفضل ۹؍جولائی ۱۹۳۵ء)

۱؎ نوح: ۲۷

۲؎ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الدخان۔ باب قَوْلِہٖ تَعَالٰی رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا (الخ)

۳؎ اسد الغابۃ جلد۲ صفحہ۶ مطبوعہ ریاض ۱۲۸۵ھ

۴؎ متی باب ۲۶ آیت ۴۰ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء

۵؎ ونگی: نمونہ۔ مثال

۶؎ نَسْیًا مَّنْسِیًّا: بھُولی بسری چیز

۷؎ البقرۃ: ۲۱۵ ۸؎ الکوثر: ۳